

سفینہ خب کہ کنارے پر آ لگا ، غالب ! گوارا نہیں کرتا ،

خدا سے کیا ستم و جورِ ناخدا کیسے ! جو اس کے دل میں
رحم ، ملائیت اور

نرمی پیدا کرنے کا موجب سمجھی جاسکتی ہے ۔ نیز حال سننے سے بیزاری یا بے پروائی
کا مطلب ہی یہ ہے کہ محبوب کو عاشق کا کچھ خیال نہیں ۔ اب وہ بچا رہ محبوب ہی
سے پوچھتا ہے کہ آپ کی اس روش کے بعد میں کہوں تو کیا کہوں ؟

۲۔ شرح : اے محبوب ! میں آپ کی سنگدلی اور بیدردی کی شکایت
کرتا ہوں تو آپ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا ، جاؤ ، ہم واقعی ظالم اور ستمگر ہیں ۔
آپ کو از روئے طعن بھی یہ نہ کہنا چاہیے ، کیونکہ میری تو عادت ہی یہ ہے کہ آپ
جو کچھ فرمائیں ، میں بجا اور درست کہتا جاؤں ۔ گویا اس طرح بلا ارادہ میری
زبان سے آپ کی ستم گری کی تصدیق ہو جائے گی ۔

۳۔ شرح : بلاشبہ محبوب کی نگاہ ناہ ایک نشتر ہے ، لیکن جب وہ
نشتر دل میں اتر جائے تو اسے کیوں جانی پہچانی چیز نہ سمجھیں ؟
مطلب یہ ہے کہ دل میں وہی چیز اترتی ہے ، جو محبوب ہو ۔ یقیناً محبوب
کی نگاہ نشتر ہے ۔ مگر دانشین ہوتے ہی وہ آشنا بن جاتی ہے ۔

۴۔ اس شعر کی شرح ہم پہلے ”خطوطِ غالب“ سے نقل کر چکے ہیں ۔ ملاحظہ
ہو شرح :

زخم نے داد نہ دی تنگی دل کی یا رب
تیر بھی سینہ بسل سے پر افشاں نکلا

مطلب یہ کہ نوک تیر کا زخم دلی راحت کا ذریعہ نہیں بن سکتا ، کیوں کہ
نوک تیر سے جو زخم لگے گا وہ نہایت معمولی اور چھوٹا سا ہوگا ۔ جس زخم کو
دلکشا یعنی دل کھول دینے والا کہہ سکتے ہیں ، وہ تلوار کا زخم ہے ۔

شعر میں لفظ ”دلکشا“ کے دو معنی ہیں ، اول راحت افزا ، دل شگفتہ کر دینے والا